فکرونظر

قسط نمبر:۲(آخری)

علماء کرام کے نام پیغام

تحریر: الاستاذ مصطفیٰ سباعیؒ (ترجمہ) مولانا عبدالغفار حسنؒ

پیشہ ور علماء: وہ گروہ جو فاسق، فاجر اور شرارت پسند علماء پر مشتمل ہے، جنہوں نے دین کو ذریعہ معاش بنالیا ہے اور اسلامی شریعت ان کے ہاں بکاؤ مال ہے۔ یہ لوگ ہر سرکش ظالم، فاسق و فاجر اور بد دیانت کے ہاتھ مضبوط کرتے ہیں اور ان کی کامیابی کیلئے دعاؤں میں بھی مشغول رہتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں نے بارہا اسلام کو آزمائشوں میں ڈالا ہے اور اسلام کی قدیم اور جدید تاریخ میں یہ لوگ انتہائی مصیبت کا باعث بنے ہیں۔

ان مفتیوں کا یہ حال ہے کہ اسلام کے داعیوں پر فتویٰ لگانے پر بڑے تیز ہیں لیکن ان ظالموں کے خلاف ایک حرف بھی ان کی زبان سے نہیں نکلتا جو ملک میں اخلاقی فساد برپا کیے ہوئے ہیں۔

علم کی قیمت: آخر اس علم کی کیا قیمت ہے جو صاحب علم کو دنیا میں لعنت کا مستحق ٹھہرائے اور آخرت میں جہنم کے شعلوں کا شکار بنائے، آخر اس علم کی کیا قیمت ہے جس کا حامل ملت کا دین ہڑپ کرنے سے پہلے خود اپنا دین ہڑپ کر جاتا ہے اور پہلے اس سے کہ ظالم حاکم ملت کی عزت کو پامال کریں وہ خود اپنی عزت کو اپنے قدموں سے روند ڈالتا ہو۔ جو چیزیں آخرت طلبی کا ذریعہ ہیں ان میں سے کسی بہت ہی معمولی چیز کے عوض دنیا طلب کرنا اس بات سے کہیں بہتر ہے کہ جو چیزیں آخرت طلبی کا وسیلہ ہیں ان میں سے کسی بہترین شے کے بدلے دنیا کا سودا کیا جائے۔ اللہ کی قسم وہ فاسق و فاجر جو دولت و لذت کیلئے ہر گناہ کر ڈالتا ہے، اس عالم سے جرم میں کہیں ہلکا ہے جو ظالم حاکم کی رکاب تھامے چلتا ہے اور ظالموں کی چوکھٹ پر اپنی پیشانی رگڑتا ہے اور یہ صرف اس لئے کہ کوئی منصب مل جائے، اثر و رسوخ حاصل ہو جائے یا مال و متاع حصے میں آجائے۔

بے عمل علما: بعض آثار میں ہے کہ قرآن کے حامل بے عمل علماء پر جہنم کے داروغے بت پرستوں سے پہلے جھپٹیں گے اور اللہ سے شکوہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ عالم اور غیر عالم برابر نہیں ہو سکتے۔ ان لوگوں کا صرف یہی

گناہ نہیں ہے کہ یہ دین کے بدلے دنیا کماتے رہتے ہیں اور ظالموں کے جرائم سے اس لئے چشم پوشی کرتے رہتے ہیں کہ کوئی منصب یا وزارت مل جائے بلکہ یہ لوگ دین کے علمبردار بھائیوں کی لاشوں پر اس لئے ناچتے اور خوشی کا جشن مناتے رہے ہیں کہ ان ظالموں کے درباروں میں قرب حاصل ہو جائے گا۔ ایک عربی کہاوت ہے **نعم کلب ببؤس أهله** یعنی اپنے مالک کے فقر وفاقے کی وجہ سے کتے نے عیش ونشاط کی زندگی گزاری۔

ان لوگوں کا جرم کوئی معمولی جرم نہیں ہے، حقیقت میں انہوں نے اللہ اور رسولؐ سے بے وفائی کی ہے۔ مسلمانوں کی امانت میں خیانت کی ہے انہوں نے چوروں کو مبارک باد دی۔ حالانکہ ان پر لازم تھا کہ وہ چوروں کو سزا دلوائے بغیر نہ چھوڑتے۔ انہوں نے قصائیوں کے ہاتھ مضبوط کئے حالانکہ امت کا جو حق ان پر واجب ہے اس کا تقاضا تھا کہ یہ قصائیوں کے ہاتھوں سے چھریاں چھین لیتے نہ کہ ان کو تیز کرتے۔ مصلحین اور مجاہدین کی موت کا سبب نہ بنتے۔ ان کا فرض تھا کہ وہ ظلم واستبداد کے مقابلے میں ڈٹ جاتے لیکن وہ ظلم وفساد کی حمایت پر تل گئے۔ کم سے کم اگر وہ عملی طور پر ظلم وطغیانی کو روکنے کیلئے کچھ کرنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے تو کم سے کم خوددار انسانوں کی طرح ظلم کے مطالبے پر کلمہ انکار ہی زبان سے نکالتے۔ اگر ان کے اعصاب میں بہادروں کی بے باکی ناپید ہو چکی ہے اور شریف مردوں کی سی غیرت سے وہ محروم ہو چکے ہیں تو کیا ان میں اتنی بھی شرم نہیں ہے جو ایک پاکدامن عورت میں پائی جاتی ہے جو فاسق وفجار کے میل جول سے اس لئے بچتی ہے کہ کہیں اس کی عصمت داغدار نہ ہو جائے۔

دین کا لباس پہن کر جب یہ ملت سے خیانت کرتے ہوئے چوروں اور ڈاکوؤں کا ساتھ دیتے ہیں تو دین کو بدنام کرنے کیلئے ملحدین کو پروپیگنڈے کا موقع ہاتھ آجاتا ہے اور آخر کار لوگ دین سے مایوس ہو جاتے ہیں اور ان کے دلوں میں یہ خیال سما جاتا ہے کہ ہمیں ظلم اور غلامی سے بچنے کیلئے کوئی اور فکری راہ تلاش کرنی چاہیے یہ علماء خواہ سحبان کی سی فصاحت رکھتے ہوں۔ امام ابوحنیفہؒ کے علم سے بہرہ ور ہوں یا ابن المقفع کے ادب سے آراستہ ہوں، اسلام کو ان سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ ان کے اسلامی خطبات اور دینی مقالات سے اسلام کو کیا نفع حاصل ہو سکتا ہے۔ ان کی ان باتوں پر آخر کون اعتبار کرے گا جبکہ ان کے اعمال ان کے اقوال کے خلاف ہیں اور حقیقت میں یہ لوگ اپنے اعمال کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت کے مستحق ہیں۔

روح دین سے باخبر علماء: پانچویں قسم: یہ اہل علم کا وہ گروہ ہے جو امت کی اصلاح کا مخلصانہ جذبہ اپنے اندر رکھتے ہوئے اسلامی شریعت کے مزاج اور روح سے پوری طرح باخبر ہے ان کے نزدیک اسلام صرف چند انفرادی عبادتوں اور ریاضتوں کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ وہ زندگی کا مکمل ضابطہ اور نظام ہے اس کے ذریعہ انسانیت فلاح و سعادت سے ہمکنار ہوتی ہے اور عوام کو ظلم واستبداد سے آزادی کا پیام ملتا ہے۔

علماء کا یہ گروہ مذکورہ بالا اقسام کے علماء سے اپنی دعوت اور مزاج کے لحاظ سے یکسر مختلف ہے اس لئے ان کے درمیان کشمکش برپا رہتی ہے یہ کشمکش اور تصادم کی شکل دشمنان اسلام کے ساتھ کشمکش سے کسی طرح کم نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات ان علماء کے حملے اعداء اسلام کے حملوں سے کہیں زیادہ ان اصلاح پسند مخلص اہل علم کیلئے آزمائش کا موجب بن جاتے ہیں۔ یہ گوشہ گیر اور تجارت پیشہ علماء استبداد پسند ظالم حکمرانوں کا ساتھ دیتے ہیں اور ان مخلص داعیان پر عرصہ حیات تنگ کردیتے ہیں۔

اسلام پسند صفوں میں انتشار: اہل علم کی باہمی کشمکش کا نتیجہ ہے کہ اسلام پسند صفوں میں انتشار اور پراگندگی پھیل گئی ہے اور دشمنان اسلام خود اسلام اور ملت اسلامیہ پر حملہ کرنے اور اسے بدنام کرنے میں بے باک ہو گئے ہیں، آپ دیکھتے ہیں کہ مصر کے قید خانوں میں ایسے علماء موجود ہیں جو انتہائی محنت و مشقت کی زندگی بسر کر رہے ہیں، پتھروں کے کاٹنے، توڑنے اور کوٹنے کا کام ان کے سپرد کیا گیا ہے، چوروں کا لباس ان کے بدن پر ہے، نہایت ہی ذلت و تکلیف کی زندگی گزارنے پر وہ مجبور ہیں۔ ان کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ علم کا مطلب یہ سمجھے کہ اللہ کی راہ میں جان کی بازی دی جائے، اسلام کی سربلندی کیلئے ہر قسم کی مشقت و تکلیف ہنسی خوشی سے برداشت کی جائے۔ انہوں نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ جہاں کہیں برائی دیکھیں، زبان سے اس کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔ اگر کسی جاہل، دین سے بے خبر سے ان کی مڈبھیڑ ہو تو اسے خیر خواہی کے ساتھ نیکی کی دعوت دیں اور اگر ظالم و جابر کا سامنا ہو جائے تو اسے ظلم و استبداد کی راہ سے ہٹانے میں مصروف ہو جائیں اور جب ان کا سابقہ ایسے سرمایہ داروں، لیڈروں اور سیاسی پارٹیوں سے پیش آئے جنہوں نے قوم کے عوام کو خود غرضیوں کے جال میں جکڑ رکھا ہے تو وہ ان کے مقابلہ میں حق وانصاف کے علمبردار ہو کر ڈٹ جائیں۔ یہ حق وہ امانت ہے جس کی حمایت و تحفظ کی ذمہ داری اہل علم پر ڈالی گئی ہے۔ یہ وہ جرم جس کی پاداش میں یہ علماء حق چوروں اور ڈاکوؤں کی طرح جیلوں میں ٹھونس دیئے جاتے ہیں۔

علماء سوء اور علماء حق کے کردار میں فرق: کاش یہ مخلص اہل علم دوسرے علماء کی طعن و تشنیع اور ان کی مخالفانہ ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہتے۔ افسوس ہے کہ علماء سوء اپنے مواعظ حسنہ سے ملت اسلامیہ کی مجاہدانہ حس کو سن کر رہے اور داعیان حق اور وفادارانِ اسلام کیلئے مصیبت بن گئے ہیں اب ان کی زبانیں ظالموں، فاسقوں اور لٹیروں کی مدح سرائی میں مشغول ہیں۔ اصلاح کے علمبرداروں کو جس قدر شدائد و تکالیف ان نام نہاد علماء سے پہنچتی ہیں وہ ان مصائب سے کہیں کم

ہیں جو دین سے جاہلوں اور ظلم واستبداد کے رسیا افراد سے پہنچتی ہیں۔ یہ اصلاح کے علمبردار علماء اپنے وطن میں رہتے ہوئے غریب الوطن ہیں، یہ اپنے معاشرے میں اجنبی ہیں اپنے علاقے میں نامانوس ہیں اور رئیسوں اور حکمرانوں کے درباروں میں انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے کہ ان کے سینے میں جو قوم کا غم ہے اس سے پیشہ ور سیاستدانوں کے سینے خالی ہیں۔ یہ لوگ معاشرے میں اوسط درجے کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اس لئے بے غرضی اور قربانی کے باوجود کیا ان کی عزت اور ناموس پر حملے نہیں ہو رہے؟ کیا ان کی دینداری پر پیشہ ور واعظوں کے ذریعے طعن و تشنیع نہیں کی جارہی ہے؟ کیا کرائے کے صحافی وانشاء پردازان کے کردار کو بگاڑ کر پیش نہیں کر رہے ہیں؟ کیا ان کو قید و بند، جلاوطنی اور قتل وغارت کی دھمکیاں نہیں دی جارہی ہیں؟ ان مخلص افراد سے ان کی قلت کے علی الرغم دوسروں کی عداوتوں کا نشانہ بننے کے باوجود بھی امت کی تمام آرزوئیں ان سے وابستہ ہیں، یہی وہ گروہ ہے جو پوری ملت کی اور ملک کی ترقی کیلئے ضامن بن سکتا ہے۔ معاشرے میں ان کا وجود جسم کیلئے روح اور پھیپھڑوں کیلئے ہوا کی مانند ہے۔[الشمس للدنیا والعافیۃ للناس]

حق گوئی کے اعلیٰ نمونے: اب آخر میں علماء کرام، عزیز طلباء کی سبق آموزی کیلئے چند ایسی مثالیں بیان کرتا ہوں جن سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ہمارے سابق علماء نے کس طرح حق گوئی کا نمونہ قائم کر کے تاریخ میں دائمی عظمت حاصل کرلی۔

۱۔ ہارون الرشید کے وزیر فضل بن ربیع نے قاضی ابو یوسف کی عدالت میں شہادت دی تو قاضی ابو یوسف نے ان کی شہادت رد کر دی۔ اس پر خلیفہ کو غصہ آیا اور قاضی موصوف سے باز پرس کی کہ آپ نے اس وزیر کی شہادت کیوں نہیں قبول کی؟ ابو یوسف نے کہا کہ میں نے ایک دن اس وزیر کو سنا کہ وہ خلیفہ سے کہہ رہا تھا کہ أنا عبدک (میں تیرا غلام ہوں)۔ اب اگر واقعی وہ اپنے قول میں سچا ہے تو غلام کی شہادت کیسے قبول ہوسکتی ہے؟ اگر وہ جھوٹا ہے تو جھوٹے کی گواہی قبول کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ظاہر بات ہے کہ جب وہ آپ کی مجلس میں جھوٹ بولتے ہوئے کسی قسم کی شرم محسوس نہیں کرتا تو میری عدالت میں کون سی چیز دروغ گوئی سے روک سکتی ہے۔ یہ بات سن کر خلیفہ وقت نے قاضی مذکور کا عذر قبول کرلیا۔

۲۔ ایک دفعہ عمرو بن عبید خلیفہ منصور کے دربار میں پہنچے اور اس سے کہا امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کو کھڑا کرے گا اور آپ سے ذرہ برابر نیکی اور برائی کے بارے میں باز پرس فرمائے گا۔ قیامت کے دن پوری امت آپ کے خلاف مدعی بن کر اللہ کے ہاں پہنچے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ سے اسی چیز کی بنا پر راضی ہوسکتا

ہے جس چیز کو آپ اپنی ذات کیلئے پسند کرتے ہیں، ظاہر بات ہے کہ آپ اپنی ذات کیلئے یہی پسند کریں گے کہ اس کے ساتھ انصاف کیا جائے اللہ تعالیٰ بھی اسی بات کو پسند کرتا ہے کہ آپ رعیت کے ساتھ انصاف سے پیش آئیں۔ بے شک آپ کے دروازے کے پیچھے ظلم واستبداد کی آگ بھڑک رہی ہے۔ اللہ کی قسم! آپ کے دروازے کے پیچھے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلے نہیں کئے جا رہے، یہ سن کر منصور رو پڑا۔ منصور کے پاس کھڑے ہوئے سلیمان بن مجالد ایک مصاحب نے کہا اے عمرو! تو نے امیر المؤمنین کو بڑی مشقت میں مبتلا کر دیا۔ عمرو نے خلیفہ سے پوچھا یہ کون حضرت ہیں تو انہوں نے کہا یہ تیرا بھائی سلیمان بن مجالد ہے۔ عمرو نے اس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ اے سلیمان تجھ پر افسوس ہے بلاشبہ امیر المومنین موت کا مزا چکھیں گے اور جو کچھ تم ساز وسامان دیکھ رہے ہو یہ سب ناپید ہو جائے گا۔ کل کھلے میدان میں تمہاری لاش پڑی ہوگی اس وقت تمہارے کام صرف وہ نیک عمل ہی آئے گا جو تم اس زندگی میں کر چکے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دیوار کا قر[illegible] تمہ[illegible] نزدیکی سے کہیں زیادہ امیر المومنین کیلئے نفع بخش ہے اس کی وجہ ہے کہ تم خود بھی نصیحت نہیں [illegible] ہو اور اگر کوئی نصیحت کرنے کی جرأت کرتا ہے تو اسے بھی ٹوکتے ہو۔

امیر المؤمنین! یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی دنیاوی خواہشوں کو پورا کرنے کیلئے آپ کو بطور ایک سیڑھی کے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ خلیفہ منصور نے کہا بتایئے تو میں کیا کروں؟ اچھا آپ اپنے دوستوں کو بلایئے میں ان کو ذمہ داری کے مناصب سونپ دوں۔ عمرو نے کہا آپ عمل صالح کے ذریعے لوگوں کو اپنی طرف کھینچئے۔ لوگ بری طرح دبے ہوئے ہیں۔ اس صورت حال کو بدلنے کا حکم دیجئے۔ آپ ایک دن میں کئی عامل مقرر کیجئے اگر کسی کا طرز عمل مشتبہ ہو تو اس کی جگہ دوسرے کو مقرر کیجئے اگر آپ انصاف سے کام لیں گے تو پھر انصاف پسند عناصر بھی آپ کی طرف آئیں گے۔

۳۔ عمر بن حبیب قاضی وقت کا بیان ہے کہ ایک دن میں ہارون رشید کے دربار میں حاضر ہوا وہاں ایک مسئلے پر بحث چل پڑی، دو فریق بن گئے۔ اس بحث و مناظرے میں خوب شور مچا اور آوازیں بلند ہوئیں۔ ایک فریق نے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث سے استدلال کیا دوسرے گروہ نے اس حدیث کو رد کر دیا اور مناظرے نے انتہائی شدت اختیار کر لی اور یہاں تک کہہ دیا کہ ابو ہریرہؓ دروغ گوئی سے بالاتر

نہیں ہیں۔ قاضی مذکور کا بیان ہے کہ ہارون الرشید بھی اسی گروہ کے ساتھ ہو گیا اوران کی تائید کی لیکن میں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ کی راست بازی ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ اس وقت ہارون الرشید نے مجھے غضب ناک نگاہوں سے دیکھا، میں اس وقت اپنے گھر آ گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک غلام پہنچا، اس نے کہا کہ امیر المؤمنین کے ہاں آپ کی طلبی ہے، بس آپ کے قتل کی تیاری ہو رہی ہے۔ کافور اور حنوت مل کر کفن پہن کر دربار میں پہنچ جاؤ۔ قاضی مذکور کا بیان ہے کہ میں نے اسی وقت اپنے رب سے دعا کی کہ اے اللہ! تو جانتا ہے میں نے تیرے نبی کے ایک ساتھی کی مدافعت کی اور اس کی دیانت کی حمایت کیلئے سینہ سپر ہو گیا اور میں نے تیرے نبی کا احترام کیا کہ کہیں آپؐ کے اصحابؓ پر طعن و تشنیع کی زبانیں دراز نہ ہوں۔ اے اللہ! مجھے اس سے بچا لے۔ میں ہارون الرشید کے دربار میں پہنچا وہ کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، بازو کھلے ہوئے تھے، ہاتھ میں تلوار تھی اور سامنے چمڑے کا فرش بچھا ہوا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو اس نے کہا اے عمر بن حبیب! جس طرح تو آج کی بحث میں میرے ساتھ بے باکی اور گستاخی سے پیش آیا ہے اس کی جرأت آج تک کسی کو نہ ہوئی تھی۔

میں نے کہا! امیر المؤمنین! آپ نے جو مؤقف اختیار کیا تھا، جس چیز پر آپ اصرار کر رہے تھے اس سے خود رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کی لائی ہوئی شریعت کا کوئی اعتبار نہیں رہتا۔ نماز، روزے، نکاح، طلاق وغیرہ کے سارے احکام باطل قرار پاتے ہیں۔ امیر المؤمنین میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ کیا آپ ایسا خیال کرتے ہیں یا ایسی باتوں کو کان لگا کر سن سکتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ تمام دنیا کے لوگوں سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی عزت آپ کے دل میں ہوتی۔ میری یہ بات سن کر خلیفہ سوچ میں پڑ گیا اور پھر اس نے کہا اے عمرو! تو نے مجھے زندگی بخشی، اللہ تجھے زندہ رکھے۔ یہ کلمہ تین بار دہرایا۔

۴۔ سعید بن مسیب بہت بڑے تابعی اور وقت کے امام تھے۔ وہ اس بات کو جائز نہیں سمجھتے تھے کہ بیک وقت دو افراد کیلئے ولی عہدی کی بیعت لی جائے۔ خلیفہ عبد الملک نے اپنے دونوں شہزادے ولید اور سلیمان کیلئے ولی عہدی کی بیعت لینا چاہی پوری مملکت میں حکم دے دیا گیا۔ مدینہ منورہ کے گورنر نے لکھا کہ مدینے کے تمام باشندوں نے بیعت پر اتفاق کر لیا ہے، صرف سعید بن مسیب اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں۔ خلیفہ نے اسے پیغام بھیجا کہ پہلے سعید بن مسیب کو تلوار دکھا کر ڈرایا جائے، اگر وہ اپنی ضد

سے باز نہ آئیں تو انہیں پچاس کوڑے لگائے جائیں اور مدینے کے بازاروں میں ان کو گھما کر ذلیل کیا جائے۔ جب مدینے کے حاکم کے پاس یہ حکم پہنچا تو اس وقت کے مشہور تابعین سلیمانؒ بن یسار، عروہؒ بن زبیرؒ، سالمؒ بن عبداللہؒ، سعیدؒ بن مسیب کے پاس پہنچے اور انہوں نے ان سے کہا کہ ہم بڑے اہم معاملے کی بنا پر آپ کے پاس آئے ہیں خلیفہ کا حکم آگیا ہے اگر آپ بیعت نہیں کریں گے تو آپ کی گردن اتار دی جائے گی، ہم آپ کے سامنے تین باتیں رکھتے ہیں ان میں کسی ایک کو اختیار کر لو۔

الف: والی مدینہ اس بات پر آمادہ ہو گیا ہے کہ جب آپ کو خلیفہ کا خط سنایا جائے تو اس وقت آپ ہاں یا نہیں کچھ بھی نہ کہیں، اس طرح آپ کو نجات مل جائے گی۔ حضرت سعید نے کہا میری اس خاموشی کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ لوگوں میں مشہور ہو جائے گا کہ سعید نے بیعت کر لی ہے، اس لئے یہ تجویز میرے لئے ناقابل قبول ہے۔ لوگ یہ جانتے تھے کہ اگر حضرت سعید کی زبان سے نہیں نکل جائے تو پھر ہاں نکلوانا ممکن نہ تھا۔

ب: دوسری تجویز یہ ہے کہ آپ گھر میں بیٹھے رہیں چند دن نماز کیلئے نہ نکلیں، جب لوگ مسجد میں آپ سے ملنے آئیں گے اور آپ سے ملاقات نہ ہو گی تو معاملہ رفع دفع ہو جائے گا۔ حضرت سعید نے کہا میں اپنے کانوں سے اذان کی آواز سنتا ہوں آخر میرے لئے نماز باجماعت کا چھوڑنا کیسے ممکن ہے۔

ج: تیسری شکل یہ ہو سکتی ہے کہ آپ اپنی نشست گاہ بدل دیں۔ خلیفہ کے کارندے آپ کی پرانی جگہ پر پہنچیں گے تو آپ کو نہ پا کر بات کو ٹال دیں گے۔ حضرت سعید نے کہا کہ کیا میں مخلوق سے ڈر کر اپنی جگہ چھوڑ دوں؟ نہ میں ایک بالشت آگے بڑھ سکتا ہوں اور نہ ایک بالشت پیچھے ہٹ سکتا ہوں۔ یہ سمجھانے والے حضرات وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت سعید ظہر کی نماز کیلئے نکلے اور اسی جگہ بیٹھے جہاں بیٹھا کرتے تھے۔ نماز کے بعد والی مدینہ نے انہیں بلوا بھیجا اور ان سے کہا کہ امیر المؤمنین نے لکھا ہے کہ اگر آپ بیعت نہ کریں تو گردن ماردی جائے گی۔ سعید نے برجستہ کہا رسول اللہ ﷺ نے دو بیعتوں سے منع فرمایا ہے۔ جب والی نے دیکھا کہ وہ بات کو نہیں مان رہے ہیں تو اس نے تلوار نیام سے باہر نکالی اور ان کی گردن تلوار کی ضرب کیلئے تان دی گئی۔ اس حالت میں بھی والی نے دیکھا کہ وہ اپنے مؤقف پر قائم ہیں اور ان کے رویے میں ذرا سی بھی تبدیلی نہیں آئی ہے، تب اس نے حکم دیا کہ کپڑے اتار دیئے جائیں۔ لوگوں نے دیکھا کہ ان کے بدن پر موٹے اونی کپڑے تھے ان کو سو کوڑے مارے گئے اور مدینے کے بازاروں کا گشت کرایا گیا۔

ایک مرتبہ ایک عورت قاضی کوفہ شریک بن عبداللہ کی عدالت میں حاضر ہوئی۔اس نے فریاد کرتے ہوئے کہا کہ میں پہلے اللہ کی مدد چاہتی ہوں اور پھر قاضی کا سہارا۔شریک نے کہا کہ تجھ پر کس نے ظلم کیا ہے؟ اس نے جواب دیا امیر المؤمنین کے چچازاد بھائی موسی بن عیسی امیر کوفہ نے مجھ پر زیادتی کی۔اس نے اپنا سارا قصہ سنایا کہ پہلے اس نے میرا باغ خریدنا چاہا لیکن میں نے انکار کر دیا تو اس نے زبردستی میرے باغ پر قبضہ کر لیا۔قاضی شریک نے اپنے غلام کے ذریعے گورنر کوفہ کو اپنی عدالت میں حاضری کا حکم دیا۔ گورنر نے پولیس کو بلایا اور اس سے کہا کہ جاؤ قاضی صاحب سے کہو کہ تم نے بھی خوب رویہ اختیار کیا، ایک عورت نے دعویٰ کیا ہے ہوسکتا ہے کہ وہ غلط ہو۔پولیس افسر نے امیر سے کہا کہ مجھے یہ پیغام دینے سے معذور سمجھیں۔اس نے کہا ضرور جاؤ، آخر کار اسے جانا پڑا لیکن اس پولیس افسر نے اپنے غلاموں سے کہا کہ تم جیل خانے میں میرا بستر اور دوسری ضروری چیزیں پہنچاؤ، پھر وہ شریک کی عدالت میں پہنچا۔ جب اس نے عدالت میں گورنر کا پیغام پہنچایا تو قاضی نے غلام سے کہا کہ اس پولیس افسر کو جیل میں لے جا کر بند کر دو۔پولیس افسر نے کہا کہ مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ آپ مجھے جیل میں ڈال دیں گے اس لئے میں نے اپنا ضروری سامان پہلے ہی وہاں بھجوا دیا ہے۔جب گورنر کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اس نے اپنے دربان کو بھیجا کہ پولیس افسر نے تو صرف میرا پیغام ہی پہنچایا تھا اس کا کیا قصور تھا کہ اسے جیل میں ٹھونس دیا گیا۔قاضی شریک نے حکم دیا کہ اس دربان کو بھی پولیس افسر کے ساتھ قید خانے میں ڈال دیا جائے۔

گورنر مدینہ نے عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد شہر کے معززین میں سے چند با اثر افراد کو جو قاضی کے بھی دوست تھے سفارش کیلئے بھیجا۔قاضی شریک عصر کی نماز سے فارغ ہو کر مسجد ہی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یہ لوگ پہنچ گئے اور اپنا مدعا سنایا۔قاضی صاحب نے ان کی بات سن کر مسجد میں موجود چند نوجوانوں سے کہا ان سب حضرات کو بھی جیل کی ہوا کھلا دو۔معززین نے کہا آپ مذاق کر رہے ہیں یا سنجیدگی سے یہ حکم دے رہے ہیں؟ قاضی مذکور نے کہا میں پوری سنجیدگی سے یہ حکم نافذ کر رہا ہوں تا کہ آئندہ تم لوگ کسی ظالم کی سفارش لے کر نہ آؤ۔واقعہ یہ ہے کہ تم بھی ایک فتنہ ہو،تمہاری سزا بھی قید و بند کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے؟اس کے بعد یہ لوگ بھی جیل میں بند کر دیئے گئے۔

حاکم کوفہ نے رات کی تاریکی میں جیل کا رخ کیا اور دروازہ کھلوا کر تمام قیدیوں کو رہائی دلا دی۔صبح کو

جب قاضی موصوف کو جیل کے نگران کے ذریعہ صورت حال کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ وہ گھر کا سارا سامان باندھ کر بغداد کے سفر کی تیاری کرے، ہم نے شوق سے یہ عہدہ قضا قبول نہیں کیا تھا حکومت نے ہمیں مجبور کیا تو ہم اس پر اس شرط کے ساتھ آمادہ ہوئے کہ ہماری عزت و وقار پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔ قاضی مذکور ابھی کوفہ کا پل پار کرنے والے ہی تھے کہ موسیٰ بن عیسیٰ حاکم کوفہ ان کی خدمت میں پہنچ گیا۔ اس نے قسم دے کر کہا کہ آپ اپنے فیصلے پر نظر ثانی فرمائیں، آپ احباب کو تو قید میں ڈال سکتے ہیں لیکن میرے کارندوں کو تو جیل میں نہ ٹھونسیں۔ قاضی صاحب نے کہا میں نے اس لئے ان کو جیل میں ڈالا تھا کہ وہ ایسی سفارش لے کر آئے تھے جس کا انہیں حق نہ تھا۔ اب دو صورتیں ہیں، یا تو تمام قیدی جیل میں واپس بھیجے جائیں یا پھر میں خلیفہ مہدی کے پاس پہنچ کر ساری صورت حال ان کو سناتے ہوئے اس منصب سے مستعفی ہو جاؤں گا۔

حاکم کوفہ نے اسی وقت تمام قیدی جیل میں لوٹا دیئے اور نگران جیل نے جب اس کی اطلاع قاضی صاحب کو دی تو وہ اپنی جگہ سے ہٹے اور اپنے اہلکاروں سے کہا کہ حاکم کوفہ کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر عدالت میں پہنچ جاؤ اور حاکم کو عدالت میں پیش کرو۔ حاکم کوفہ اور فریادی عورت دونوں عدالت (مسجد) میں پہنچ گئے اور عورت کو حاکم کے برابر جگہ دی گئی تو امیر نے کہا اب قیدیوں کی رہائی کا حکم صادر فرمائیے۔ قاضی موصوف نے کہا ہاں اب ممکن ہے کہ ان تمام سفارش کرنے والوں کو رہا کر دیا جائے۔

قاضی موصوف نے عورت سے اصل واقعہ کی پوری تفصیل سنی۔ گورنر کوفہ نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے باغ عورت کو واپس کر دیا اور اس کے تمام حقوق ادا کر دیئے۔ عورت نے قاضی موصوف سے رخصت ہوتے ہوئے کہا (بارک اللہ علیک وجزاک خیرا) ''اللہ تعالیٰ قاضی محترم کو برکت سے نوازے اور بہترین جزاء سے مالا مال فرمائے۔'' آمین

مقدمہ کے فیصلے سے فارغ ہو کر قاضی موصوف نے گورنر کوفہ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے برابر مسند پر بٹھاتے ہوئے کہا السلام علیکم أیها الأمیر (اے حاکم آپ پر سلامتی ہو) کوئی حکم ہو تو تعمیل کیلئے حاضر ہوں۔ حاکم کوفہ نے ہنستے ہوئے کہا اب کون سا ایسا معاملہ رہ گیا ہے جو حل طلب ہو۔ قاضی موصوف نے کہا حاکم محترم میں نے پہلے جو کچھ کیا وہ شریعت کا تقاضا تھا اور اب جو کچھ کر رہا ہوں یہ حسن ادب کی بنا پر ہے۔

حاکم کوفہ نے اس سبق آموز مجلس سے رخصت ہوتے ہوئے کہا ''جو شریعت کے احکام وقوانین کا اہتمام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سامنے بڑی بڑی شخصیات کے سر جھکا دیتا ہے اور ان کی اکڑی ہوئی گردنیں سیدھی کر دیتا ہے۔''

مضمون کافی طویل ہو چکا ہے ورنہ تفصیل سے بتایا جاتا کہ سلطان العلماء العزبن عبدالسلام نے منصب قضا پر فائز ہو کر کس طرح مصر کے سلاطین کے مقابلہ میں کلمہ حق کا اعلان کیا اور ظلم واستبداد کے ہاتھوں پر پابندی لگا دی، یہاں تک کہ سلاطین مصر کے فروخت کرنے سے بھی نہ ہچکچائے (کیونکہ سلاطین دراصل غلام خاندان سے تعلق رکھتے تھے) واقعہ تاریخ میں مشہور و معروف ہے اب ضرورت اس قسم کے علماء کی ہے جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ حق کو ثابت فرماتے ہوئے کلمہ خیر کو بلندی بخشے اور ان کے اخلاص اور جرأت کی بنا پر ملت اسلامیہ کے الجھے ہوئے مسائل سلجھائے جو ظالم و مستبد حکمرانوں کی بدولت انتشار و فساد کا باعث بن گئے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ اس قسم کے علماء کرام کے ذریعہ سے ملت اسلامیہ کو مصائب و شدائد سے نجات دلا کر فلاح و سعادت سے ہمکنار فرمائے گا؟

ہاں یقیناً بلاشبہ ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہیں۔ وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔

جامع مسجد اہل حدیث ماجرہ (گجرات) میں سیرت النبی ﷺ کانفرنس

مورخہ 7 اپریل بروز جمعرات جامع مسجد اہل حدیث ماجرہ (گجرات) میں عظیم الشان سیرت کانفرنس زیر صدارت رئیس الجامعہ منعقد ہوئی، مہمان خصوصی جناب راجہ انار گل ایڈووکیٹ صدر انجمن اہل حدیث (رجسٹرڈ) جہلم تھے، کانفرنس سے سید الطاف الرحمٰن شاہ گجرات اور مولانا قاری عبدالرحیم ساجد خطیب سرگودھا نے خطاب کیا۔ پروگرام کی سرپرستی سید ثناء اللہ شاہ امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث رانیوال سیداں نے کی اور انتظام وانصرام اور مہمانوں کی ضیافت چوہدری محمد نادر نے کی۔

جامع مسجد مدنی اہل حدیث سعیلہ جہلم کینٹ میں پہلی سیرت النبی ﷺ کانفرنس

مورخہ 24 اپریل بروز اتوار بعد نماز عشاء جامع مسجد مدنی اہل حدیث سعیلہ جہلم کینٹ میں پہلی عظیم الشان سیرت النبی ﷺ کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت رئیس الجامعہ نے کی۔ پروگرام کا آغاز قاری محمد کامران صابر کی تلاوت سے ہوا اور حافظ محمد عثمان و محمد شاہد متعلم جامعہ نے حمد ونعت پیش کی۔ کانفرنس سے قاری احسان اللہ اسد خطیب گجرات اور مناظر اسلام حضرت مولانا محمد نواز چیمہ گوجرانوالہ نے مفصل خطاب کیا، خطاب کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی اور رئیس الجامعہ کی دعا سے یہ کانفرنس اختتام کو پہنچی۔ اس کانفرنس میں جہلم شہر کے علاوہ کوٹلہ آئمہ، دینہ، ڈھوک صوبیدار، ٹھل، اعوان پورہ گھوڑا اور قصبہ کریالی سے بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔

جامع مسجد حسان بن ثابتؓ اہل حدیث دینہ میں درس قرآن وحدیث

جامع مسجد حسان بن ثابت اہل حدیث کھوکھراں روڈ ہڈالی دینہ میں مورخہ 2 مئی بروز سوموار بعد نماز عشاء درس قرآن وحدیث کا انعقاد ہوا جس میں جماعت کے نامور خطیب حضرت مولانا قاری عبدالرحیم ساجد خطیب سرگودھا نے خطاب کیا۔